محمد رمضان یوسف سلفی

مولانا عبدالحفیظ خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۸۶ء میں حضرت مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب صاحب محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی فیصل آباد میں خطیب مقرر ہوئے۔ تھوڑے دنوں بعد انھوں نے نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن اور نمازِ عشاء کے بعد صحیح بخاری شریف کا ترتیب سے درس ارشاد فرمانا شروع کیا۔

میں ان کے حلقہ درس میں باقاعدگی سے شریک ہوتا تھا۔ پھر مجھے دینی مسائل سے واقفیت کی جستجو اور کتابیں پڑھنے کا بھی جنون کی حد شوق تھا۔ اس لحاظ سے جلد ہی حکیم ثناء اللہ صاحب سے میرے دوستانہ مراسم قائم ہوگئے۔

محمدی مسجد کے قریب ہی حکیم صاحب مطب کرتے تھے۔ میں فارغ اوقات میں اکثر ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر اپنی علمی تشنگی کا سامان کرتا۔ حکیم صاحب کو بھی میرے شوق کا علم تھا۔ وہ بڑی شفقت فرماتے اور دینی مسائل میں میری راہنمائی فرماتے۔ ان کے مطب پر مریض بھی آتے تھے اور صاحب علم لوگ بھی۔ وہاں بڑی دلچسپ علمی مجالس ہوتیں۔

مولانا حکیم ثناء اللہ صاحب کے مطب پر ہی میں نے ۱۹۸۷ء میں پہلی بار مولانا عبدالحفیظ خاں نیازی کو دیکھا۔ روشن چہرہ، نکھرا ہوا گندمی رنگ، چمکتی آنکھیں، کھلی پیشانی، ابھری ہوئی تیکھی ناک، گھنی داڑھی، کتری ہوئی مونچھیں، سر پر بڑا سا رومال، شلوار اور قمیض زیب تن، پاؤں میں بند جوتا، سر سے پاؤں تک سلفیت کا رنگ غالب، سادی وضع اس پر علمی وقار۔ ان سے تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ یہ محترم ہمارے خطیب مولانا ثناء اللہ ثاقب کے استاذ گرامی ہیں۔ اوڈاں والا ماموں کانجن میں حضرت صوفی عبداللہ مرحوم کے دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں مدرس ہیں اور وہیں قیام پذیر ہیں۔ اس ملاقات کے بعد بھی ان سے گاہے بگاہے ملاقات ہوتی رہی۔ وہ نہایت تقویٰ شعار اور نیک سیرت عالمِ دین تھے، خوش اخلاق اور خوش اطوار تھے۔ بڑی متانت اور سنجیدگی سے گفتگو فرماتے۔ مارچ ۱۹۹۸ء کو میں فیصل آباد کے امین پور بازار میں ایک دینی کتب خانہ میں ملازم ہوا

تو ان سے اور گہرے مراسم ہو گئے۔ وہ مدرسے کے طلبہ کے لیے کتب خریدنے آتے تو راقم کو خدمت کا موقع دیتے۔ میں بھی ان کا از حد احترام کرتا تھا۔

۵ فروری ۲۰۰۲ء کو میں حضرت صوفی صاحب کا دارالعلوم دیکھنے گیا تو جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن دیکھنے کے بعد اوڈاں والا پہنچا۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے تمام اساتذہ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور مولانا عبدالحفیظ صاحب سے ملا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی خوشی دیدنی تھی۔

افسوس کہ اب ایسے نیک سیرت علماء سے دنیا خالی ہوتی جا رہی ہے اور یہ دور قحط الرجال کا دور ہے۔ ایسے میں کسی نیک سیرت عالمِ دین کا ملنا ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ مولانا عبدالحفیظ نیازی کی زندگی درس و تدریس سے عبارت ہے۔ انھوں نے تمام عمر یہ خدمت خوش اسلوبی سے سرانجام دی اور نیک نام ہوئے۔

اب آیئے ان کے ابتدائی حالات کی طرف۔ یہ وہ معلومات ہیں جو مجھے میرے بزرگ دوست مولانا عبدالمجید فردوسی صاحب مدرس دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا ماموں کانجن سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس کرم فرمائی پر میں فردوسی صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

مولانا عبدالحفیظ نیازی ۲۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو میانوالی کے محلّہ یارو خیل میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عطاء اللہ خاں تھا۔ وہ محکمہ مال میں ناظر تھے۔ ان کی وفات ۳۰ مئی ۱۹۷۶ء کو ہوئی۔

مولانا عبدالحفیظ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ انھوں نے ناظرہ قرآن مجید گھر میں ہی ایک خاتون سے پڑھا۔ پرائمری تک سکول کی تعلیم حاصل کی اور پھر پرائیویٹ طور پر مڈل کا امتحان پاس کیا۔ جوانی کی منزل کو پہنچے تو فکر معاش دامن گیر ہوا۔ اس کے حصول کے لیے ضلع بھکر کا قصد کیا۔ ان دنوں وہاں مولوی محمد یوسف اور صوفی سلیم اللہ صاحب کی کپڑوں کی سلائی کی دکان تھی۔ یہ دونوں حضرات قولاً اور عملاً مسلک اہل حدیث کے حامل تھے۔ جبکہ مولانا نیازی خاندانی اعتبار سے حنفی بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ مولوی محمد یوسف کو تو میں نہیں جانتا البتہ صوفی سلیم اللہ صاحب سے میرے اچھے دوستانہ مراسم قائم ہیں۔ آج سے کئی سال پہلے وہ ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد میں رہتے تھے اور ان سے اکثر ملاقات ہو جاتی تھی۔ مسلک اہل حدیث کے وہ بہت بڑے مبلغ تھے۔ انھوں نے اپنی تبلیغی مساعی سے کئی حنفی حضرات اور گھرانوں کو اہل حدیث کیا۔ نو جوانوں کو وہ اچھے طریقے سے کتاب و سنت کی طرف گائیڈ کیا کرتے تھے۔ اب وہ کئی سال

سے منڈی مرید کے کے نواح میں رہ رہے ہیں۔
انھوں نے مولانا عبدالحفیظ کو کپڑوں کی سلائی کا کام بھی سکھایا اور مسلک اہل حدیث سے متعلق ان کی راہنمائی بھی فرمائی۔ ان دونوں بزرگوں محمد یوسف اور صوفی سلیم اللہ کی ہم نشینی اور صحبت کے اچھے اثرات ظاہر ہوئے اور مولانا عبدالحفیظ صاحب اپنے آبائی مسلک حنفیت کو خیرباد کہہ کر اہل حدیث مسلک پر کاربند ہو گئے۔

اب ان کے دل میں دینی تعلیم کا جذبہ ابھرا' وہ شاداں و فرحاں بھکر سے اپنے گھر میانوالی آئے اور اپنے والد صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو فرمائی۔ ان کے والد بیٹے کی گفتگو سن کر کہنے لگے تم نے اگر اہل حدیث ہی رہنا ہے تو اپنی سلائی مشین اٹھاؤ اور چلے جاؤ۔

والد کے یہ الفاظ اور گھر والوں کی بے رخی مولانا کے لیے حوصلہ شکن تھی۔ لیکن ابتلاء اور آزمائش کی اس گھڑی میں مولانا عبدالحفیظ عزم و ہمت سے ثابت قدم رہ کر اپنی منزل کی طرف چل نکلے۔ ان کے ارادے نیک اور عزم پختہ تھا۔ اللہ رب العزت نے ہر موقع پر ان کی مدد فرمائی اور اپنے نیک مقصد میں آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ بے سروسامانی کے حالات میں مولانا عبدالحفیظ نیازی فیصل آباد پہنچے۔ ان دنوں ان کے دونوں محسن مولوی یوسف اور صوفی سلیم اللہ صاحب بھکر سے ترک سکونت کر کے فیصل آباد کے علاقے پیپلز کالونی میں رہائش اختیار کر چکے تھے۔ مولانا نیازی فیصل آباد پہنچ کر ان سے ملے اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ ان بزرگوں نے انھیں حوصلہ دیا اور پھر ان کی کوششوں سے مولانا نیازی صاحب کو جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں داخلہ مل گیا۔ یہ ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔

اب وہ محنت سے پڑھنے لگے اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے کے لیے فارغ اوقات میں کپڑے سلائی کرتے۔ جب سالانہ امتحان ہوئے تو وہ پہلی جماعت میں تمام طلبہ سے زیادہ نمبر لے کر اول آئے۔ اس پُرمسرت موقع پر انھوں نے اپنے والد محترم کو اپنی تعلیمی کارگزاری اور خوش خبری کا خط لکھا اور آخر میں شعر درج کیا

ہم دعا دیتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
فقط ایک ہی نقطے نے محرم سے مجرم کر دیا

اب آگے سنیے! مولانا نیازی کا خط جب ان کے والد کو ملا تو وہ اس خط کو لے کر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پیر نے وہ خط پڑھا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اپنے بچے کو دینی تعلیم حاصل کرنے دو' آگے چل کر یہ لڑکا علمی میدان میں بلند مقام حاصل کرے گا۔ پیر کی یہ بات مولانا کے والد پر اثر انداز ہوئی اور انھوں نے اپنے

لخت جگر کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان پر دست شفقت رکھا۔

اب مولانا عبدالحفیظ نیازی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں پڑھنے لگے۔تین سال وہاں تعلیم حاصل کی اور آخری دو سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ میں پڑھ کر ۱۹۶۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔اوڈاں والا میں ان کے اساتذہ کرام تھےمولانا محمد یعقوب ملھوی (وفات ۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء) اور مولانا عبدالصمد رؤف (وفات ۲۷ نومبر ۲۰۰۵ء)

یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ مولانا عبدالحفیظ صاحب دورانِ تعلیم جب بھی گھر جاتے تو وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو مسلک اہل حدیث کی تبلیغ ضرور کرتے۔ان کی اس مساعی سے ان کے والد جو کہ پیر پرست اور حنفی تھے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہ اپنے بیٹے کی دعوت وتبلیغ سے مسلک اہل حدیث کی طرف راغب ہوگئے۔ہوا یوں کہ ایک بار مولانا مرحوم گھر گئے تو ان کے والد محترم نے ان کی ملاقات اپنے ایک قریبی رشتہ دار سے کرائی۔ وہ صاحب پکے حنفی تھے اوران کے پاس اپنے مسلک کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ان سے دورانِ گفتگو مولانا موصوف نے ان کی کتابوں سے حوالہ جات نکال کر دکھائے اوران کو بتایا کہ فقہ حنفی کے مسائل قرآن و سنت سے متصادم ہیں۔ اس گفتگو اور حوالہ جات کو دیکھ کر ان کے وہ عزیز لاجواب ہوگئے۔ باپ نے اپنے بیٹے کی گفتگو کو سنا تو بڑے متاثر ہوئے اورانھوں نے نمازِ جمعہ اہل حدیث مسجد میں ادا کرنا شروع کر دی۔

سند فراغت کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب نے درس وتدریس کو اپنایا۔فیصل آباد سے جھنگ کو جاتے ہوئے جھنگ روڈ پر ایک گاؤں گلالی پور ہے۔اس گاؤں میں مولانا مبارک اللہ صاحب رہائش پذیر تھے۔ وہ نہایت نیک اور متدین اور قرآن و حدیث پر عامل عالمِ دین تھے۔ ان کی وفات ۳ جولائی ۲۰۰۶ء کی شام ایک بس ایکسیڈنٹ میں ہوئی۔ وہ مولانا مرحوم کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انھیں اپنے گاؤں گلالی پور لے گئے اورانھیں گاؤں کی مسجد اہل حدیث میں بطور امام وخطیب مقرر کر دیا۔کچھ عرصہ آپ ساتھ کے گاؤں جھپال میں بھی رہے۔اس طرح مجموعی طور پر آپ نے وہاں ۱۷ سال گزارے۔ اس دوران آپ سے گاؤں کے سینکڑوں بچوں نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اور ترجمۃ القرآن پڑھا۔

۱۹۸۶ء میں مولانا مرحوم مستقل طور پر اوڈاں والا چلے گئے اوران کی خدمات دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا کے لیے حاصل کر لی گئیں۔اس کے بعد آپ دارالعلوم کے ہی ہوکر رہ

گئے اور ۱۹ سال آپ نے حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قدیم مدرسہ میں مختلف کتب کا طلبہ کو درس دیا اور سینکڑوں طلبہ کو اپنے علم سے مستفید فرمایا۔

مولانا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اساتذہ کرام اور بزرگوں کا احترام، طلبہ سے شفقت، وقت کی پابندی، نظم وضبط کا احساس، عاجزی، انکساری، سادگی اور خلوص آپ کے اوصافِ حمیدہ تھے۔ آپ میں تکبر، غرور اور خودنمائی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ہر ایک سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے۔ دورانِ تدریس کوئی اشکال سامنے آتا تو کتاب اٹھا کر دوسرے اساتذہ سے دریافت فرماتے کہ یہ مسئلہ کس طرح ہے اور اس عبارت کا صحیح حل اور مطلب کیا ہے......؟

مولانا مرحوم نہایت متین و متدین تھے۔ طلبہ کی امانتیں نام بنام محفوظ رکھتے، دینی و کاروباری معاملات میں دیانت اور راست گوئی ان کا وصف تھا۔ تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے قرآن مجید حفظ کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ نمازِ تہجد اور فارغ اوقات میں وہ بڑی محنت سے قرآن یاد کرتے۔ ۲۶ پارے قرآن مجید یاد کر چکے تھے کہ بیماری اس سعادت میں حائل ہوگئی۔ مولانا عبدالحفیظ محنتی آدمی تھے۔ انھوں نے مختلف ادوار میں کپڑوں کی سلائی اور گھڑی سازی کا کام سیکھا اور بایئو کیمک علاج کا کورس پاس کر کے امریکن میڈیکل کالج لاہور سے سند حاصل کی۔ جماعت اسلامی کے رکن بنے پھر علیحدگی اختیار کرلی۔

بلاشبہ ان کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ تھی۔ ان کی صحت بہت اچھی تھی۔ ہر کام مستعدی سے کرتے۔ کچھ عرصہ پہلے انھیں شوگر کا عاضہ لاحق ہوا، پھر بواسیر، کالا یرقان، تبخیر معدہ اور کینسر جیسے موذی امراض نے حملہ کردیا۔ مرحوم کم وبیش تین ماہ بستر علالت پر رہے۔ بیماری کے ان ایام میں وہ صبر و استقامت کا پیکر بن کر رہے۔ آخر ۳۰ اور ۳۱ مارچ ۲۰۰۶ء کی درمیانی شب سوا بارہ بجے اس دنیا کو خیرباد کہہ کر فردوس کو روانہ ہوئے۔ اگلے روز ۳۱ مارچ کو نمازِ جمعہ کے بعد ان کی نمازِ جنازہ مولانا حافظ محمد امین صاحب نے پڑھائی اور اس نیک طینت عالمِ دین کو اوڈاں والا میں دفن کردیا۔ مولانا مرحوم کا حلقہ احباب وسیع تھا، اسی باعث ان کی نمازِ جنازہ میں دوردراز سے احباب شریک ہوئے اور انھیں خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا مرحوم نے ۱۹۸۲ء میں اوڈاں والا میں مولوی عبدالرب مجاہد کی بیٹی سے شادی کی۔ گھریلو حالات بہت اچھے گزرے۔ اللہ رب العزت نے انھیں ۵ بیٹیاں اور ایک بیٹا عبدالوحید عطا فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت میں اونچا مقام و مرتبہ عطاء فرمائے۔